تشفی کے واسطے کچھہ اناجیل سے بہی نیچے اصل عبارت نقل کرتا ہون تاکہ وہ قرآن کی تعلیم پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گہر کا بہی سیر کرین شاید خدا سے ڈرکر حق کیطرف رجوع کرین یا قرآن کی شائستہ تعلیم پر ناحق اعتراض کرنے سے باز رہین۔

دیکہو انجیل متی باب ۱۰ آیت ۳۴ و ۳۵ - یہہ مت سمجہو کہ مین زمین پر صلح کروانے آیا ہون صلح کرانے نہین بلکہ تلوار چلانے آیا ہون. کیونکہ مین آیا ہون کہ مرد کو اسکے باپ سے اور بیٹی کو مان سے اور بہو کو اسکی ساس سے جدا کرون۔

اور دیکہو انجیل لوقا باب ۱۲ آیت ۴۹ تا ۵۲ - مین زمین پر آگ لگانے آیا ہون اور مین کیا ہی چاہتا ہون کہ لگ چکی ہوتی پر مجہے ایک بپتسمہ پانا ہے اور مین کیسا تنگ ہون جب تک کہ پورا نہو تم گمان کرتے ہو کہ مین زمین پر میل کرانے آیا ہون؟ نہین مین تمہین کہتا ہون بلکہ جدائی

اور دیکہو انجیل یوحنا باب ۲ آیت ۱ تا ۴ - اور تیسرے دن قانائی جلیل مین کسی کا بیاہ ہوا اور یسوع اور اسکے شاگردون کی بہی اُس بیاہ مین دعوت تہی - اور جب مے گہٹ گئی یسوع کی مان نے اُس سے کہا کہ اُنکے پاس مے نہ رہی. یسوع نے اُسے کہا کہ اے عورت مجہے تجہہ سے کیا کام میرا وقت ہنوز نہین آیا۔

ف اگر در خانہ کس است یک حرف بس است یہ ہے اناجیل مقدس کی تعلیم کا حال جسپر ہے پادری صاحبان کو ناز۔

راقم بندہ اللہ دتہ مختار چک نمبر ۳ نہر گوگیرہ۔

دیانندیون کی بدزبانی

ماہ نومبر کے آریہ مسافر مین ایک مضمون نکلا تہا جسکا عنوان تہا "بغاوت اسلام کا خمیر ہے" جسکا جواب "مسلمان" بابت ماہ جون مین دیا گیا - آریہ مہاشہ کا دعوی تہا کہ اسلام مین بغاوت کی تعلیم ہے ثبوت مین پیش کیا تہا کہ سب سے پہلے شیطان نے بغاوت کی اُس کے بعد حضرات انبیا کی قومون نے بغاوت کی وغیرہ اسکا جواب دیا گیا تہا کہ ان سب کی بغاوت کو تعلیم اسلام سے کوئی تعلق نہین - اسلام مین بغاوت کا ثبوت جب ہو کہ اسلام کی کتاب مین

لکہا ہو کہ تم بغاوت کیا کرو - ان لوگون نے اگر بغاوت کی تو اسلام کی مخالفت مین کی نہ کہ موافقت مین - ایسے معقول اور صحیح جواب کو سنکر بقول ع معشوق ہی وہ کیا ہے جو روٹھے خفا نہو ٭ آریہ جی کیا چپ خاموش ہوتے چنانچہ آریہ مسافر نے پہر اُسکا جواب لکہا جو درج ذیل ہے - آپ لکہتے ہین ؛-

بغاوت اسلام کا خمیر ہے اس عنوان کا ایک مضمون ہم نے آریہ مسافر نومبر سنہ۱۹۰۷ء مین تحریر کیا تہا - جس مین بدلائل قاطع اس امر کو ثابت کر دیا تہا - کہ فی الواقع بغاوت اہل اسلام کی گہٹی مین پڑی ہے اب ایک مدت کے بعد ہمعصر مسلمان امرتسری نے اپنے رسالہ جون سنہ۱۹۰۸ء مین اسکی تردید مین کچھہ خامہ فرسائی کی ہے - اور زبان درازی سے کام لیا ہے جس سے مجبور ہو کر انکی خدمت گذاری کرنی پڑی معترض صاحب بگوش ہوش سنین ع اب جگر تہام کے بیٹہو میری باری آئی -

شیطان ایک بڑا فاضل جید عالم متبحر لوذعی المعی تہا جسکا خطاب تہا معلم الملکوت یعنی فرشتونکا استاد - جبرئیل - میکائیل - عزرائیل وغیرہ سب ملائک اسکے شاگردان رشید تہے اور ابلیس کو مولٰنا بالفضل اولٰنا کہتے تہے اسپر علماء اسلام کا اتفاق ہے - ہر کہ شک آورد بود کافر - اب ہم معترض سے پوچہتے ہین - کہ شیطان کس علم کا عالم و فاضل تہا آیا ہندؤن کے علم کا یا یہودیون پارسیون بدھ مذہب والون کے علوم کا اور کیا وہ ملائکہ کو کرکٹ میچ سکہاتا تہا یا فٹ بال یا قومی قواعد کی تعلیم دیا کرتا تہا - آخر وہ کس بات کا معلم تہا - اسموقعہ پر معترض کو لامحالہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ وہ علوم متعلقہ اسلام کا معلم تہا - علم لدنی وغیرہ کچھہ ہی کیون نہ ہون اس سے بحث نہین - مگر اس مین شک نہین کہ علوم متعلقہ اسلام ضرور تہے پس خدا سے شیطان کی بغاوت فی الحقیقت اسلامی تعلیم کی برکت تہی - بغیر اس کے تسلیم کئے معترض کو کوئی چارہ نہین - پہر وہ کس طرح لکہتا ہے کہ شیطان کی بغاوت کو اسلام سے کوئی تعلق نہین قرآن مین خود خدائے محمدیہ نے کی بغاوت کی تعلیم علانیہ طور پر کی ہے - چنانچہ سورہ نسأ

ع تف ایسی تحقیق پر جو اڑتی اڑاتی باتون پر مبنی ہو - مہاشہ جی کہتے ہوئے کچھہ شرم تو کیا کرو -
(مسلمان)

مین صاف حکم ہی۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ یعنی اے مومنو اطاعت کرو حکم خدا و رسول کی اور اور اُن کی جو تم مین سے بادشاہ یا حاکم ہون۔ منکم کی ضمیر مومنین کیطرف راجع ہی۔ اس سے بخوبی ثابت ہے کہ مسلمانون کے سوائے مسلمان بادشاہون کے کسی دوسری قوم کفار وغیرہ کے سلاطین کی اطاعت ہرگز کرنی نہین چاہئے۔ اگر منکم کے لفظ سے عوام الناس مراد لی جائے تو غلط در غلط عذر بدتر از گناہ ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو بجائے آمنو کے الناس کا لفظ ہوتا جس سے عام انسان مقصود ہوتے اس تاویل کو حصول منشاء قرآن سے وہی نسبت ہے جو بیت الحرام کو طوائفون کے چکلہ سے۔ آدم سے لیکر محمد صاحب تک جسقدر انبیا مشہور ہین اُنکا تعلق محمدی لوگ خاص اسلام سے ظاہر کرتے ہین۔ آدم نے صریحًا عدول حکمی خدا کی جو باوجود ممانعت کے گیہون کھالیا۔ یہ سرکشی بغاوت نہین تو کیا ہے۔ کیا (ع) کے سر پر سینگ ہوا کرتے ہین۔ پس جس طرح کہ آدم ابو الاباء انبیاء اسلام تہا اُسی طرح باغیونکا بہی وہی مورث اعلےٰ تھا جسکی نسل مین محمدی لوگ ہین۔ پہر بہلا وہ کیونکر نہ باغی ہون اُنکو ہونا چاہئے ؎ میراث پدر خواہی علم پدر آموز۔

کیا یہ بہی جہوٹ ہے کہ خلفا رثلاثہ کے قاتلین مسلمان نہ تہے۔ وہ کافر نہ تہے مشرک نہ تہے مرتد نہ تہے کلمہ گو مسلمان تہے۔ کوئی مسلمان اس سے منکر نہین ہوسکتا۔ کہ عائشہ و علی و معاویہ کی جنگون کو اسلام سے کوئی تعلق نہ تہا۔ سوائے ایڈیٹر مسلمان کے جسکی نسبت ہم بجز اسکے کیا کہین کہ ؎ منشی گری کو آپنے بٹّا لگا دیا۔ الیٰ آخرہ۔

جو فہرست باغیان اسلام ہمنے رسالہ نومبر مین درج کی ہی۔ افسوس ہے کہ کوئی تردید اُسکی معترض نے نہین کی اور تردید وہ کرہی کیا سکتا تہا۔ ایسا متعصب و جاہل مسلمانون مین سوائے معترض کے اور کون تہا۔ جو عائیشہ و علی و معاویہ و امام حسین کو مسلمان نہ سمجھتا + اور ان جنگون کو اسلام سے غیر متعلق جانتا پنڈت لیکہرام جی کا قاتل ایک مسلمان اور سوامی جی کو جسنے زہر دیا وہ بہی ایک مسلمان ڈاکٹر تہا۔ کسی آریہ نے ان دونون کو زہر نہین دیا جو بغاوت کا الزام آریون پر ثابت ہوتا خلفاء

+ جہوٹے پر خدا نہین لاکہہ ...... (مسلمان)

ثلاثہ کے قاتل مسلمان تہے۔ اور سوامی جی اور لیکہرام کے مارنے والے بہی حضرات مومنین ہی تہے۔ جنکی سرشت مین بغاوت موجود ہی۔ جن انبیاء سے اُن کی امتین باغی ہوئین وہ انبیاء کی تعلیم کے اثر سے باغی ہوئین۔ کیونکہ جملہ انبیا کا شمار باتفاق جمہور زمرہ اسلام مین ہی۔ پس اہل امت کا باغی ہونا بہی تعلیم اسلام کا نتیجہ سمجھنا چاہئے۔ نتیجہ یہ ہے کہ مراتب مندرجہ صدر کی معائنہ سے معترض کو ضرور تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ فی الواقع بغاوت اسلام کی سرشت مین داخل ہی۔ جو کسی کے مٹائے مٹ نہین سکتی۔ اصل بات یہ ہی کہ اب تک محمدی لوگ مناظرہ کے وقت ہندؤن کو دبا لیا کرتے تہے۔ مگر جب سے آریہ سماج نے میدان مناظرہ مین ہل من مبارز کا نعرہ بلند کیا ہے مخالفین کے چہکے چہوٹ گئے چوہی کا بل ڈہونڈ رہے ہین جب جواب معقول نہ بن پڑا تو گالیاں دینے لگے۔ شرع محمدی مین شمشیر فولادی کے علاوہ زبانی جہاد بہی جائز رکہا گیا ہے۔ یعنی مخالفین کو گالیاں دینا بمنزلہ جہاد ہے سبحان اللہ کیا مقدس مذہب ہے، اور کسقدر تہذیب ہے کہ دنیا کے کسی مذہب مین بہی ایسی نہوگی۔ اب تو معترض کو غالبًا اس امر کا یقین ہوگیا ہوگا کہ بغاوت فی الواقع اسلام کا خمیر ہی۔ جسقدر دعوی مسلمان کا تہا باطل ہوگیا + بحث کرنیکو مسافر جب مقابل ہوگیا

جواب۔ نہایت افسوس ہی آریہ مہاشون پر کہ زبان تو انکی دس گز لمبی ہے اور قلم پندرہ گز مگر بات جب کہتے ہین بے تکی کہتے ہین خصوصًا اسلام کے متعلق تو اودہار کہائے ہوئے ہین بہی۔ آریہ پرتی ندہی سبہا کے لئے موجب شرم ہے کہ ایسا رسالہ (آریہ مسافر) اُسکا آرگن ہو نفرین ہے ایسے لوگون پر جو کسی مذہب کے اصول اور کتاب سے ناواقف ہوکر بہی محض جہالت سے اُس مذہب پر اعتراض کرین۔

مہاشہ جی! اسلام کی جڑ بنیاد **قرآن مجید** ہے اُسکو تمہارے گرو دیانند جی نے بہی مانا (دیکہو دیباچہ چودہوان باب ستیارتھ) کیا تم اس مین دکہلا سکتے ہو کہ شیطان سب فرشتونکا استاد تہا؟ مقام شرم ہے کہ مضمون تو لکہو اسلام کی تردید مین اور باتین وہ پیش کرو جو لوگون کی صرف زبانون پر ہون۔ سچے ہو اور کتون اور سورون کی جون سے

+ بیشک سب جانتے ہیں (مسلمان)

ڈرتے ہو تو بتلاؤ قرآن یا حدیث مین تمہارا یہ دعوی کہ شیطان ایسا تھا ویسا تھا کہان ثابت ہے۔ اچھا آؤ بفرض محال ہم یہ بھی مانے لیتے ہین مگر یہ تو بتلاؤ کہ کسی مذہب کا کوئی بڑا عالم اگر اُس مذہب کی تعلیم کے برخلاف عمل کرے تو اُس مذہب کی تعلیم پر اعتراض ہوگا؟ اگر ہوگا تو بتلاؤ تمہاری گوشت خور پارٹی جنکو تم کالج پارٹی کہتے ہو بقول تمہارے اُنکے گوشت کہانیکا قصور ویدون پر ہے! کہو جی کون دہرم ہی۔

علاوہ اسکے یہ بھی غلط ہے کہ شیطان علوم اسلامی کا عالم تھا۔ اگرچہ ہمارا دعوی ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی اصلی تعلیم سب اسلام ہے مگر حضرت آدم سے پہلے تو کوئی نبی نہ تھا اسلئے صاف بات ہے کہ آدم سے اسلامی تعلیم کا وجود نہ تھا۔ شیطان جو آدم سے پہلے (بقول تمہارے) عالم تھا تو اسلامی علوم کا عالم کیونکر ہو سکتا ہے۔ البتہ یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ آریون کے اصول کے مطابق وید خوب جانتا ہوگا کیونکہ جملہ علوم کا مخزن وید ہی ہے۔ اور یہ بات قرآن سے بھی ثابت ہے اسلئے کہ قرآن مجید مین شیطان کی جو تعلیم مذکور ہے وہ بالکل آریون کی تعلیم سے ملتی جلتی ہے قرآن مجید مین شیطان کی تعلیم کا خلاصہ یہی ہے کہ یَأمُرُ بِالْفَحْشَاءِ یعنی بے حیائی کا حکم دیتا ہے جسکو بعینہ دوسرے لفظون مین نیوگ سے تعبیر کر سکتے ہین۔

سماجیو! ؎ نہ تم صدمے ہمین دیتے نہ ہم فریادیون کرتے
نہ کہلتے راز سربستہ نہ یہ رسوائیان ہوتین

اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ مین بیشک مسلمان بادشاہ اور اُسکے نائب مراد ہین ہم مسلمان ہر وقت یا جب کبھی کسی غیر قوم کی حکومت مین رہتے ہین تو اس آیت کے مطابق نہین رہتے جو لوگ انگریزون کی اطاعت میں یہ آیت پڑھا کرتے ہین انکی غلط فہمی ہے۔ غیر قومون کی ماتحتی اور نباہ کے لئے ہم کو اور آیتون مین حکم ہے۔ غور سے سنو!

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا

(وعدہ پوری کیا کرو بیشک عہد ان سے سوال ہوگا)

چونکہ ہر ایک رعیت کا اپنے بادشاہ سے تابعداری کا وعدہ ہوتا ہے اسلئے اسکے نباہنے کا

حکم ہے۔

سماجیو! کیا اس مین تم کو شک ہے کہ غیرون کی حکومت خواہ کیسی اچھی ہو مگر اپنون جیسی آرام دہ نہین ہوتی۔ جانتے ہو یہ کس کا کلام ہے؟ آہ یہ اوسکا کلام ہے جسکو اسکے پیرو رشی بلکہ مہرشی کہتے ہین (ستیارتھ اردو طبع اول صفحہ ۲۹۸)

جانتے ہو اس مین کیا اشارہ ہے؟ خاموشی بہتر ہے ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز
ورنہ در مجلس رندان خبری نیست کہ نیست

حضرت آدم نے بے فرمانی کی تو تعلیم کا اثر نہ تھا بلکہ مخالف تعلیم تھا۔ مہاشہ جی نہایت شرم کا مقام ہے کہ تم خود ہی کہتے ہو کہ "باوجود ممانعت کے گیہون کھا گیا" ممانعت بھی مانتے ہو پھر بھی آدم کی غلطی کو اسلام کے سر تھوپتے ہو (الف) آپ مین آپکو آپکے گھر کی بتلا دون۔ ابتدا مین تمہارے ... لوگ جو جوان پیدا ہوئے تھے (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۴) وہ بقول تمہارے کیون بندر سور بنے۔ ضرور انہون نے گناہ کئے ہون گے اور اگر انہون نے گناہ نہین کئے تھے تو یہ حیوانات کہان سے آئے۔ تو کیا یہ سب گناہون کی جڑ وید ہوئے نہ؟ (حیرت) جواب دیتے ہوئے انہی جونون سے ڈر کر قلم اٹھانا آئندہ تمہارا اختیار۔

حضرت عائشہ۔ حضرت علی اور معاویہ بیشک مسلمان تھے مگر آنکی لڑائیان غلط فہمی پر مبنی تھین نہ کچھ اور۔ سوامی دیانند اور پنڈت لیکھرام کے قاتل کو مسلمان کہنا واقعات کا خون کرنا ہے۔ لیکھرام کا قاتل ایک نو آریہ شدہ ہونے کو آیا تھا خدا معلوم پنڈت موصوف کی کونسی حرکت اسکو ناپسند آئی جس کے باعث وہ اس جرم کا مرتکب ہوا ایسا ہی سوامی کو سنکھیا دینے والا بھی خود اُنکا ملازم رسویہ تھا۔ لالہ رادھا کشن مہتہ سوامی دیانند کی سوانح عمری مین لکھتے ہین:۔

۲۹ ستمبر ۱۸۸۳ء کو رات کے وقت سوامی جی اپنے رسویہ (ہندو باورچی) کے ہاتھ سے دودھ پی کر سوئے اسی رات کو شدت سے درد شکم پیدا ہوا (آخر اسی تکلیف سے چلدیے) اب کون واقعات کا جاننے والا عقل و انصاف کے خلاف فتوی دیگا کہ پنڈت لیکھرام اور سوامی یا نتیجہ

قائل مسلمان نہ تھے۔ لیکن جن لوگون کو واقعات سے مطلب نہین انصاف سے غرض نہین وہ جو کچھ چاہین کہین اور جو چاہین لکھین بقول ؎

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن۔

کیسی ایک عامیانہ تقریر ہے کہ "جن انبیا سے اُنکی امتین باغی ہوئین وہ انبیا کی تعلیم کے اثر سے ہی باغی ہوئین"۔

ہمین اسکا جواب دیتے ہوئے شرم آتی ہے مگر ان لوگون کو ایسی کہتے ہوئے شرم نہین آتی یہی باعث ہے کہ جواب دیتے وقت ہمارا مضمون نقل نہین کرتے کہ ناظرین کو صحیح اندازہ کرنے کا موقع مل سکے۔

شرع محمدی مین گالیون کا جواز ہوتا تو اونکے قرآن مین اسکی تعلیم بھی ہوتی مگر ہم دیکھتے ہین کہ قرآن مجید غیر قومونکے بزرگون کو گالیان دینے سے منع کرتا ہے۔ غور سے سنو!

لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

(مشرکون کے معبودون کو برا مت کہا کرو)

البتہ آریہ دہرم مین اسکا ثبوت ملتا ہے سوامی دیانند نے جسقدر گالیان دی ہین اونکا ثبوت خود ستیارتھ سے ملتا ہی خاص اسلام کے متعلق جسقدر اُنکی گالیان ہین اسکی فہرست ہماری کتاب "تغلیب الاسلام" جلد دویم کے دیباچہ مین ملتی ہے۔

اخیر مین آپنے ایک شعر لکھکر آریون کے ایک پرانے اعتراض کو مجھ سے رفع کر دیا مین کبھی کبھی مناظرہ مین لطف سخن کیلئے شعر پڑھا کرتا ہون تو آریہ حاشہ دراصل جواب سے عاجز آکر کہا کرتے ہین کہ مولوی ثناء اللہ نے شعر خوانی مین وقت ضایع کر دیا۔ آج بحمد اللہ آریہ مسافر کے قابل ایڈیٹر نے ایک شعر لکھکر ثابت کر دیا کہ لطف سخن کے لئے شعر خوانی ضرور ہے اسلئے ہم چاہتے ہین کہ آپ ہی کے شعر کو ذرہ سا مقلوب کر کے اسکو نقل کر دین۔ غور سے سنئے ؎

جسقدر دعویٰ مسافر کا تھا باطل ہو گیا
بحث کرنے کو مسلمان جب مقابل ہو گیا۔

تناسخ الارواح

تناسخ الارواح کا مسئلہ نہایت قدیم ہی۔ حکماء اہل یونان اور اہل ہند قدیم الایام سے اس لغو اور بے معنی مسئلہ پر زور دیتے چلے آئے ہین۔ اور ہنود مین اب بھی ایک فرقہ اس دقیق اور فلسفی مسئلہ کی صداقت کا قائل ہی۔ مقدس اسلام نے اس خیال کو باطل اور اسکے ماننے والون کو باجماع اُمت خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ ہم نے جہانتک اس مسئلہ مین غور کیا ہے ہمین کوئی قطعی حجت اس مسئلہ کے متعلق نہین ملی بلکہ جہان تک غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ قائلین تناسخ کے پاس بجز ایک چند ظنی باتون کے کوئی یقینی دلیل موجود نہین ہے۔ اسلام ایک امر کو جو بلا برہان اور دلیل مانا جائے باطل قرار دیتا ہے۔ اور اسکے ماننے والونکی مذمت کرتا ہے۔

واضح ہو کہ اس مسئلہ مین قائلین تناسخ نے دو مسلک اختیار کئے ہین ایک گروہ کا خیال ہے ارواح انسانیہ ایک جسم سے علیحدہ ہو کر دوسرے جسم مین اس وقت تک منتقل ہوتے رہتے ہین کہ وہ بالآخر خیر محض بنکر نجات حاصل کر لین اور دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ ایک جسم سے دوسرے جسم مین منتقل ہونے کے لئے کوئی حد معین نہین بلکہ لاالی النہایت یہ سلسلہ انتقال ارواح کا جاری رہتا ہے۔ یہ دہریہ فرقے کے لوگون کا خیال ہے۔ جو عالم کے حادث اور فانی ہونیکے قائل نہین۔ اس بیہودہ اور غلط خیال کو بعض نام نہاد اسلامی فلاسفہ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ جن مین سے بڑے مشہور احمد بن حابط اور احمد بن نانوس اور ابو مسلم خراسانی اور محمد بن زکریا طبیب رازی ہین۔ اور یہی فرقہ قرامطہ کا مذہب بھی ہے۔ ابن زکریا رازی لکھتا ہے کہ اگر روحین حیوانی جسمون سے انسانی جسمون مین منتقل ہو کر نجات نہ پاسکتین تو حیوانات کا ذبح کرنا کبھی جائز نہ ہوتا۔ ان لوگونکا خیال ہے کہ تناسخ ارواح ہی عذاب و ثواب کی صورت ہے۔ کیونکہ بد اعمال آدمی ان حیوانات کہ جن مین منتقل ہوتا ہی جو نہایت خبیث اور پلید سمجھے جاتے ہین۔ جو ہمیشہ محنت اور مشقت مین لگائے جاتے ہین۔ اور جس شخص کے اعمال سب کے سب شر ہون۔ وہ بالآخر گروہ شیاطین یعنی ارواح خبیثہ مین داخل ہو جاتا ہے

اور جن کے اعمال سب سے خیر ہون وہ بآخر ارواح طیبہ یعنی ملائکہ مین جا داخل ہوتا ہے۔

قائلین تناسخ کی مشہور اور مضبوط دلیل یہ ہے کہ رنج و خوشی کا معیار کسی سابقہ زندگی کے اعمال خیر و شر پر مبنی ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہین۔ کہ چھوٹے بچے جو ناکردہ گناہ ہوتے ہین۔ اور حیوانات اور پرند وغیرہ جو عقل و شعور نہین رکھتے۔ رنج اور خوشی کے آثار سے برابر متاثر ہوتے ہین۔ اور اسکی وجہ بجز اسکے اور کوئی نہین ہو سکتی کہ انہون نے کسی سابقہ جنم مین اعمال خیر و شر کئے تھے جنکا وہ اس وقت نتیجہ دیکھ رہے ہین۔ مگر ہم ان عقل کے اندھون کو کہتے ہین۔ کہ تم لوگون نے فطرۃ عالم کی ماہیت مین کماحقہ غور نہین کیا۔ کیونکہ مادی اشیاء مین خیر و شر باہم لازم ملزوم ہین یہ امر صرف جاندار اشیاء تک ہی محدود نہین۔ بلکہ غیر جاندار جمادی اشیاء مین بھی مادی جہت کی روسے خیر و شر کے اسباب کا برابر مشاہدہ کیا جاتا ہے اور یہ ایک بدیہی امر ہے۔ اشیاء کائنات مین جس چیز کے اندر لوازم مادہ موجود ہون گے اس مین اسیقدر آثار شر غالب ہون گے۔ اور جو چیز لوازم مادہ سے بعید ہوگی۔ اس پر آثار خیر بوجہ کامل عاید ہون گے۔ اسلئے رنج اور خوشی کو بجائے اسکے کسی سابقہ زندگی کے اعمال خیر و شر کا نتیجہ قرار دیا وے۔ یہ امر نہایت صحیح اور متین ہے کہ اسکو اشیا کی فطرت اور انکی طبعی بناوٹ پر محمول کیا جائے۔ کیونکہ ہمارے پاس کوئی یقینی حجت اس امر کے متعلق نہین کہ موجودہ رنج و خوشی صرف کسی سابقہ زندگی کے اعمال کا نتیجہ ہے۔ بلکہ یہ خیال محض ایک ظن ہے جس کی تائید نہ تو کسی عقلی دلیل سے ہو سکتی ہے۔ نہ تعلیم وحی سے۔ کیونکہ جمیع انبیاء علیہم السلام کی تعلیم مین اسکے برخلاف دلائل موجود ہین۔ لہذا جب کہ ہم کسی سابقہ زندگی کا علم نہین رکھتے۔ ہمین یہ کیونکر علم ہو سکتا ہے کہ موجودہ خوشی اور رنج ہمارے کسی سابقہ اعمال کا نتیجہ ہے۔ اور جب ہمین یہ علم نہین تو اس کو ہم جزا اور سزا کے لفظ سے ہرگز تعبیر نہین کر سکتے بلکہ دیکھتے ہین کہ اگر کوئی شخص کسی امر خیر و شر کا ارتکاب کرتا ہے تو بسا اوقات اسکی عقوبت یا راحت اس دنیا مین دیکھ لیتا ہے پس ایسی عقوبت یا راحت اس موجودہ زندگی کے فعل کا نتیجہ کہنا صحیح ہوگا۔ نہ کسی سابقہ زندگی کا۔ ہماری موجودہ رنج و خوشی اللہ تبارک و تعالیٰ کی نہایت عمیق حکمت۔ و وسیع مصلحت پر مبنی ہین۔ ہم رنج اور خوشی کو مادی اشیاء کی فطرت

کے ساتھ لازم سمجھتے ہین کہ جن سے کوئی مادی مخلوق مستثنیٰ نہین ہو سکتی۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہی صحیح جواب ہے۔ معہذا ہم دیکھتے ہین کہ سلسلہ عالم کی تمام اشیاء کے لئے اجناس اور انواع ضروری ہین کیونکہ حیوان کے مفہوم مین تمام مختلف انواع کے حیوانات شامل ہین۔ اسلئے لفظ حیوان ایک جنس ہے۔ اور حیوانات علیحدہ علیحدہ جماعتیں اسکے انواع ان تمام انواع مین بذریعہ کسی خاص وصف کے جو فصل کہلاتی ہین امتیاز کیا جاتا ہے۔ مثلاً ناطق ہونا ایک ایسی وصف ہے جو انسان کو دیگر حیوانات سے علیحدہ کرتی ہے اسلئے یہ وصف صرف انسان ہی کی ذات سے مخصوص ہوگی یہ وصف انسان کی ذات کا ایک جزو ہے۔ اگر مسئلہ تناسخ کو صحیح مانا جائے تو لازم آیگا کہ انسان گدہا اور گدہا انسان بن گیا۔ یعنی ناطق غیر ناطق اور غیر ناطق ناطق تسلیم کرنا پڑیگا۔ کیونکہ جس طرح اشیاء مادی اپنے صفات ذاتی کی روسے ایک دوسرے سے امتیاز رکھتی ہین۔ اسی طرح جاندار اشیاء کے نفوس اور ارواح بھی بالکل متغایر ہین یہ کیسی بیوقوفی اور جہالت ہے۔ کہ نوع انسانی کی روح کو نوع حمار کے کسی فرد کی روح قرار دیا جائے۔ وھذا مما لا یقولہ جاھل فضلاً عن عاقل۔

بعض ملاحدہ نے آیات قرآنیہ سے مسئلہ تناسخ کی حقیقت ثابت کرنی چاہی مگر محض یہ خیال ہوس ناکی پر مبنی ہے۔ مثلاً وہ ایک آیت پیش کیا کرتے ہین۔ یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ حالانکہ اس آیت مین لفظ صورۃ سے انسان کی وہ صورت مراد ہے جو اس کے طول و قصر اور حسن و قبح اور بیاض و سواد وغیرہ صفات سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کو مسئلہ تناسخ سے کوئی کسی قسم کا تعلق نہین۔ اس طرح ان لوگونکا آیہ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا یَذْرَؤُكُمْ فِیْهِ مسئلہ تناسخ کے ثبوت مین پیش کرنا محض خیال باطل ہے۔ کیونکہ اس آیت مین اللہ تبارک و تعالیٰ نے بطور اظہار احسان کے یہ ظاہر کیا ہے کہ ہمنے تمہارے نفسون سے تمہارے ازواج پیدا کئے ہین۔ اور اسی طرح انعام مین سے بھی آٹھ ازواج جنکا ذکر دوسری آیت مین آچکا ہے تمہارے فائدے کے لئے پیدا کئے ہیں

پھر یون خبر دی ہے۔ کہ وہ تمہین اور انعام کو علیحدہ علیحدہ انہی ازواج سے پیدا کرتا ہے جو تمہارے اور انعام کے لئے مخصوص ہین۔ یہ مطلب نہین کہ انسان کو انعام سے اور انعام کو انسان سے بطور ازواج کے پیدا کیا ہے۔ کیونکہ انسان حی ناطق ہے جیوان حی غیر ناطق۔ اور ہر دو کی فطرت بالکل متغائر ہے۔ جسکا انقلاب بموجب آیۃ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ناممکن ہی۔ سو کوئی ناطق غیر ناطق اور کوئی غیر ناطق ناطق نہین ہو سکتا ورنہ محالِ عقلی لازم آئیگا۔ جسکو نہ فطرت انسانی قبول کرتی ہے اور نہ تجربہ اور مشاہدہ اس کی تائید کرتا ہے۔ بعض ملاحدہ آیۃ وَنُنْشِئَکُمْ فِیْمَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور آیۃ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا اَمْثَالَھُمْ تَبْدِیْلًا کو بھی پیش نظر کرتے ہین مگر قطعاً ان ہر دو آیات کو مسئلہ تناسخ سے کسی قسم کا تعلق نہین۔ کیونکہ باجماع جملہ مفسرین یہ دونون آیتین بعث بعد الموت کے متعلق ہین اور قرآن مجید اس آیت کو زور کے ساتھ ثابت کرتا ہے۔ کہ بعد از موت حیات دنیا کیطرف رجوع نہین ہوگا اور ان آیات کا مطلب یہ ہی کہ ہم قیامت کو تمہین ایسی حالات اور صفات کے ساتھ قیامت کو اٹھائین گے کہ تمہین انکا علم نہین نہ یہ کہ تمہین پھر اس زندگی کیطرف لوٹا لائین گے۔

(الہدیٰ لاہور)

کیا آریہ سماج ایک الہامی دھرم ہی یا بناوٹی سوسائٹی؟

(از مولوی محمد ابراہیم صاحب لاہوری)

دنیا اور اس مین جسقدر الٰہی کاروبار ہین انکا نشو و نما محض قدرتی انتظام پر ہی منحصر ہے۔ جن جن ضروریات کی شروع سے لیکر انکے انجام تک انکو ضرورت پڑتی ہوتی ہے ان سب کا انتظام انکے ظہور وجود سے پیشتر ہی قدرت (خدا) کیطرف سے مہیا اگر نہ کر دیا جاوی تو ظاہر ہی کہ بے انتظامی یا ضروریات کے لوازمات کے مہیا نہ ہونے سے وہ ہرگز ہرگز قائم نہین رہ سکتے۔ یا ادھورے پڑے رہینگے۔ برخلاف اسکے جو انسانی کام ہین ان کی زوال پذیریا شروع ہی سے نامکمل رہجانیکے سامان اس لئے اس مین موجود پائے جاتے ہین کہ انسان

یا سوسائٹی اسکے پوری پوری نشو و نما رہنے کی ضروریات سے یا تو واقف ہی نہین ہوتی ویا اپنی کمزوری و بے اختیاری کے باعث اسکام کے لوازمات کو بہم نہین پہونچا سکتی لہذا سوسائٹی کے بنائے ہوئے کسی کام کی پہچان کا یہ ایک اعلےٰ معیار ہی۔ گو اور بھی کئی ایک وجوہات ہین مگر ہم اپنے ناظرین کی آسانی کی خاطر سر دست اسی ایک قانون کو بیان کر کے اصل مطلب پر پہونچتے ہین۔

مذہب یعنی دھرم انسان کے اُن علم و فرائض کے دستور العمل کا نام ہی کہ جنمین جملہ انسانی قدرتی ضروریات کا اسکے اول سے انجام تک کا ذکر و ہدایات موجود ہون۔ پس اگر اس مین چند ایسے ضروریات انسانی کا [illegible] ندارد ہے کہ جنکی اُسکے پیروؤن کو حسب زمانہ و وقت نہایت ضرورت ہے تو وہ محض ایک ملک و مقام کی کمزور انسانی سوسائٹی کی اختراع ہے۔

اسی طرح سے وہ شخص جو انسانی علم و فرائض کے دستور العمل یعنی مذہب یا دھرم کو پوری پورے طور پر سمجھانے کے علاوہ اُسکے مکمل عملی نقشہ کو اپنے وجود پر قائم کر کے اُسکے پیروؤن کو تجربہ دکھلا کر عمل کی بھی کامل طور پر سکھلا دی تو وہ اسی مذہب یا دھرم کا پیغمبر یا ہادی یا ریفارمر کہلانیکا بیشک مستحق ہی برخلاف اسکے اگر مذہب کا ہادی و ریفارمر مذہب کے دستور العمل کا پورا پورا علمی طور پر نقشہ عملاً کر کے نہ دکھلا سکے تو ظاہر ہی کہ وہ اُسکا اہل نہین بلکہ محض ایک مفتری اور ٹھگ ہے پھر خواہ وہ اپنی انسانی کمزوری و لاعلمی و ناتجربہ کاری کے باعث اُس دستور العمل کو پورا پورا نہ قائم کر سکے دیا اُسکو خود قدرتاً باعث مقرر کردہ موت کے اُسکو اُن اعمال کے کرنیکی مہلت نہدی جاوی کیونکہ یہ قدرت کے اپنے منشاء کے بھی خلاف ہی۔ کہ وہ ایک انسان کو اپنی مخلوقات کا ہادی مقرر کرے اور پھر اُسکو کام کرنے دینے کی بجائے خود ہی موت سے ہلاک کر دی۔ ممکن ہی کہ ابھی سے ہمارے ناظرین اسکا اشارہ کسی خاص کاذب کیطرف سمجھ لین مگر نہین ہمنے یہ ایک عام قاعدہ ہر مذہب و ہادی کے واسطے بیان کیا ہے۔ بیچارہ مرزا ...... تو کیا بدی اور کیا بدی کا شوربا۔ تو داصل جہنم ہو چکا ہے۔ اسلئے مثال کے طور پر ہم ابھی ایک انگریزی سوسائٹی کے اختراعی مذہب یعنی آریہ دھرم کو ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہین۔ جسکی عمر اب خدا کے فضل سے ایک نصف صدی کے قریب پونچنے کو ہے۔

اسوقت رسالہ آریہ مسافر مئی ۱۹۰۵ء ہماری سامنے رکھا ہے جس مین جناب پریہ متر لالہ دشنو دت بی۔ اے ایل ایل بی وکیل فیروزپور کا مضمون "آریہ برادری" موجود ہے۔ جس مین لائق وقابل مضمون نویس نے فقط مضمون نگاری کا ہی کمال نہین دکھایا بلکہ آریہ سماج کی حالت زار کا سچا سچا فوٹو دکھلا کر "ایک آریہ برادری قایم ہونی چاہیے" کو خوب ہی نباہا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ اگر ان اپنی واقعی موجودہ کمزوریوں کو آریہ سماج نہ مانے تو بیشک۔ پھر آریہ سماج کی تعصب۔ ہٹ دھرمی میں کوئی بھی شک نہیں ہو سکتا۔ گو یہ مضمون لائق وکیل نے ہماری عنوان بالا کے لئے نہیں لکھا تھا۔ اور نہ اسکے مطالعہ کے وقت ہمارا اس قسم کا خیال ہی تھا۔ مگر مضمون پڑھنے۔ اور آریہ سماج کے زرین حالات سے قدرے واقف ہونے کے بعد جبکہ ہم تلاوت قرآن حمید وفرقان مجید میں اس آیت شریف پر آئے

لوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا ۵

(اگر یہ قرآن یا مذہب اسلام، خدا کے سوا کسی غیر کی طرف سے اختراع ہوتا تو اسکے ہر کام میں بہت ہی اختلاف پایا جاتا) تو ہمارا دماغی نظارہ فوراً آریہ دہرم اور اسلام کا مقابلہ کرکے عنوان بالا قایم کر گیا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین ؛؛

گو آریہ سماج کا بچہ بچہ اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ اُن کا آریہ مذہب دنیا کے شروع سے ہے۔ مگر اُنہیں اس بات سے بھی انکار نہیں کہ اب سے پیشتر پانچ سات ہزار برس تک اُن کا مذہب برخلاف قاعدۂ قدرت کے دنیا کے صفحہ پر سے بالکل نیست ونابود ہو چکا تھا گو اس پانچ سات ہزار برس تک اسکے نابود رہنے کی وجوہات میں آریہ فضلاؤں کی مختلف رائیں ہیں۔ بعض تو یہ کہتے ہیں دنیا کے بہت مدت تک پرانے وید اتنے گھس گئے تھے کہ خدا نے مشکل سے اُن کی سات ہزار برس میں مرمت کی ہے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ نہیں بلکہ لوگ ویدوں پر عمل کر کر کے تھک گئے تھے۔ اسلئے خدا نے انکو ایک ہفتہ جو سات ہزار برس ہوتا ہے۔ وید پڑھنے سے چھٹی دیدی تھی۔ مگر بعض کہتے ہیں کہ گذشتہ سات ہزار برس کچھ ایسے کلجگ کا گذرا ہے کہ اُس میں ویدوں کی دنیا کو کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔ غرضکہ جتنے آریے اُتنی ہی باتیں لیکن اس سے کم از کم اتنا تو ضرور بلا چون وچرا ماننا پڑیگا کہ آریہ دہرم

قدرتاً سات ہزار برس تک خدا کے بندوں کے آگے انسانی علم وفرایض کے دستور العمل کو پیش تک کرنے کی لائق نہ تھا۔ حالانکہ خدا کا سارا قانون قدرت قایم رہا۔ اور وہ انسان کہ جنکے فرایض علم وعمل کا وہ دستور العمل تھا۔ دنیا میں ان گنت موجود رہتے رہے۔ جس سے صاف روشن ہے کہ آریہ وید آدمیوں کے لئے ایک قدرتی علم وفرایض کا دستور العمل نہیں بلکہ محض ایک ایسی گذشتہ زمانہ کی سوسائیٹی کی کلام کا مجموعہ ہے۔ کہ جو برخلاف الہی طاقت کے اپنی کمزوری کے باعث اپنے سے بعد کی دنیا کو وید بہم نہ پہنچا سکی۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ اتنے بڑے سات ہزار برس کے عرصہ کے درمیان دنیا پر سینکڑوں ہزاروں مذہب بچے جہوٹے سبھی پیدا ہوتے اور مرتے رہے۔ مگر ایک ویدوں ہی کو قدرت کی طرف سے جلاوطنی نصیب ہی۔ کیا اس شیخی پر آریہ سوسائیٹی کہتی ہے کہ ہستی نیستی نہیں؟

خیر! صاحبان! وید تو جب تھے سو تھے۔ مگر رشی تو اب آہی گئے۔ آپ کا نام آریہ سماج سوامی دیانند بتلاتی ہے۔ ہر چند بیچارے نے کبھی اپنی ساری عمر میں یا دعوے نہیں کیا کہ "میں پرماتما کی طرف سے تمہاری رہنمائی کرنے کو مقرر کیا گیا ہوں" مگر آریہ سوسائیٹی اُسے انبیا ریفارمر کیوں نہ مانے۔ جبکہ سارا مذہب ہی اپنی اختراع ہے۔

سوامی جی کو اگر دیکھنا منظور ہے تو لاہور۔ انارکلی کے فوٹوگرافر گردہاری لال کی دوکان پر اُن کی برہنہ تن الف ننگی آتما کا آسن جمائے ہوئے تصویر دیکھ لو۔ اور اگر پیرو دیکھنے ہوں تو اپنی شہر کے فیشنیبل بوٹ سوٹ پہنے ہوئے آریہ سماج کے سیکریٹری کو دیکھ لو۔ گرو چیلا ہر دو کو دیکھکر معلوم ہو جائے گا کہ چیلہ وگرو کا کس قدر آپس میں اتفاق ہے پھر آپ ہی آپ کو دکھلائی دینے لگیگا کہ آریہ سماج ایک سوسائیٹی کا خاص اپنا ساختہ دہرم ہے۔ یا انسانی علم وفرایض کا دستور العمل علاّمہ کے سکھلانے والی سوامی کی ننگی تکڑ کا کام ہے۔

سوامی جی کی ساری حیات کا عملی کام اگر معلوم کرنا چاہو تو ساری دنیا کو سوائے برہنہ تن دکھلانے کے اور کچھ بھی نہیں۔ اور اگر علمی کام دیکھنا چاہو تو ستیارتھ پرکاش میں تمام سلطنت کے قانون اور فوجی احکام وقواعد درج کرکے باقی دنیا جہان کے مذاہب